آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ایک دفعہ آپ والد ماجد نے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تمہارے ہاں عنقریب لڑکا پیدا ہونے والا ہے، اس کو میرے ہم نام کرنا۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ نے کسی بزرگ کو دیکھا کہ انھوں نے آپ کا نام عبدالقادر رکھا۔ اور آپ کے عمّ بزرگوار نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اشارت سراپا بشارت سے عبداللہ آپ کا نام رکھا اور اسی سبب سے آپ کا اصلی عبداللہ اور عرف غلام علی تھا۔

۱۱۵۶ھ میں آپ نے اس عالم میں قدوم فیض توام رکھا اور اپنے جمالِ جہاں آرا سے عالم کو منور کیا۔ بعضے شعرا نے آپ کی ولادت باسعادت کی تاریخیں بھی منظوم کیں۔ جس میں سے ایک یہ بھی ہے ؎

چو نجم چرخ ہُدیٰ حضرت غلام علی — شدہ ظہور فگن درجہاں، جہاں بشگفت
من ولادِ شریفش چو جستہ افتِ دل — مہ سپہر ہدایات شدہ طلوع بگفت

---

اختیار کرلی۔ ملازمت کے بعد جب سرسید نذر لے کر خانقاہ پہنچے تو ان کی نذر قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ ان کے نزدیک انگریزوں کی ملازمت سے کمائی ہوئی روزی مشتبہ تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس لحاظ سے وہ شاہ غلام علی اور خانقاہ والوں کو دوسرے سلسلے کے بزرگوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

"دہلی میں جب انگریزی حکومت قائم ہوئی تو علمائے ثقات کا عام مسلک یہ رہا کہ انگریزی ملازمت سے اجتناب کیا جائے۔ شاہ صاحب (عبدالعزیزؒ) کا بھی ابتدا میں یہی مسلک تھا۔ جب کمپنی نے کلکتہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم کیا اور اس کے لئے لکھنؤ لکھا تو لکھنؤ سے ایک استفتا شاہ صاحبؒ کے نام گیا تھا۔ شاہ صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر اس سے احتراز واجب ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگرچہ بظاہر خیال ہوتا ہے قیام عدل و شرع کے کاموں کے لئے ملازمت ہو تو اس میں کیا حرج ہے؟ لیکن دقت نظر سے کام لیا جائے تو اس کے جواز پر بھی قلب مطمئن نہیں ہوسکتا۔ یہ قیام شرع و عدل ایسے محکمے جو قائم کئے جاتے ہیں اور ان کے لئے متدین مسلمان ڈھونڈے

خطباء مساجد کی ٹریننگ کے لئے ایک مستقل ٹریننگ سینٹر قائم کیا جائے جس میں علوم عصریہ اور جدید فلسفہ و سائنس پر لیکچر دیئے جائیں تاکہ ان کو سائنسی دنیا سے بھی روشناس کرایا جائے۔ اس فیصلے کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں اور یہاں کے علماء سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ ملک اور قوم کی بہتری کو ملحوظ فرما کر اپنے فروعی اختلاف اور غیر ضروری عقائد میں تشدد اور تصلب کو چھوڑ کر تبشیر اور دوسری مخالف تنظیموں کا ان ہی کے نہج پر دفاعی انتظام کریں۔ اب دیوبند اور بریلی دونوں انڈیا میں رہ گئے اور ایسے جھگڑوں کا یہ دور بھی نہیں رہا۔ ہمارے نوجوان علماء بڑی صلاحیت کے مالک ہیں۔ صرف ان کو موجودہ ماحول اور سائنسی دور کے مطابق تیار کر کے کام لیا جائے۔

---

اسلام میں دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا مسئلہ تو ہم پڑھتے آئے ہیں لیکن ایک مسلم ملک سے دوسرے مسلم ملک کی طرف ہجرت پر زور دینا اور اس کے لئے شور مچانا کم سے کم اسلام پسندوں کو زیب نہیں دیتا۔ ہم مانتے ہیں کہ مسلم بنگال یا بنگلہ دیش عظیم پاکستان کا ایک حصہ تھا جو بعض جنرلوں کی غلط پالیسی اور اور اسلام کے نام پر استحصال کی وجہ سے ہم سے جدا ہوگیا بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے لیکن اتنے بڑے سانحہ کے بعد بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں اور ان لاکھوں مسلمان بہاریوں کو صرف سندھ میں بسانے کی تحریک چلائی جارہی ہے۔ یہ اتنا خطرناک اور ملک دشمن اقدام ہے کہ اس کے بنگلہ دیش جیسے مہلک نتائج نکلیں گے بنگلہ دیش میں بفضلہ تعالیٰ کثیر آبادی مسلمانوں کی ہے اور وہ عقائد اور اعمال کے لحاظ سے ہم سے اچھے مسلمان ہیں۔ وہاں ختم نبوت کے خلاف کوئی سازش موجود نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ہم کب تک حقائق سے چشم پوشی کریں گے اور کروڑوں مسلمانوں کو ہم اپنا ہمیشہ کے لئے دشمن بنائے رہیں گے اس میں تو بھارت کا ہی فائدہ ہوگا اور اس وقت سندھ کے نوجوانوں میں اس مسئلہ کی وجہ سے جو بے چینی پائی جاتی ہے اس میں اضافہ ہوگا اور ان کو مذہب اور ملک کے خلاف ابھارنے کے مترادف ہوگا۔

---

تصنیف:۔ سرسید احمد خاں
ترتیب و حواشی:۔ ابو سلمان شاہجہانپوری

# تذکرہ خانوادۂ ولی اللّٰہی

## جناب حضرت شیخ الشیوخ مولانا شاہ غلام علی قدس سرہٗ

میرا کیا مقدور کہ کمالاتِ ظاہری اور اور مقاماتِ باطنی کا حال لکھ سکوں۔ کیونکہ حالات آپ کے اس سے سوا ہیں جو بیان ہوسکیں اور مقامات اس سے بہت ہیں جو لکھنے میں آویں۔

---

حواشی

### مولانا شاہ غلام علیؒ

اصل نام شاہ عبداللہ تھا لیکن شاہ غلام علی کے نام سے مشہور ہوئے۔ والد کا نام عبداللطیف تھا۔ سرسید نے ان کی تاریخ پیدائش ۱۱۵۶ھ لکھی ہے۔ شاہ عبدالغنی نے مقامات مظہری کے ضمیمے میں "مظہر جود" ان کی تاریخ ولادت کا مادہ تاریخ لکھا ہے جس سے ۱۱۵۸ھ نکلتا ہے۔ اور ایک اور مادہ تاریخ کے مطابق ۱۱۵۶ھ تاریخ ولادت ہے۔ مولد ذو نشائے طفولیت پٹیالہ لکھا ہے۔

سرسید کے خاندان کو حضرت شاہ صاحب سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کے والد صاحب شاہ صاحب سے بیعت تھے۔ سرسید کو ان سے جو عقیدت تھی وہ اس تذکرے سے ظاہر ہے۔ انھوں نے دوسری جگہ اپنے حالات میں بھی ان کا ذکر بڑی عقیدت سے کیا ہے۔ سرسید کا نام احمد اور ان کے بڑے بھائیؒ کا نام محمد انھیں نے

خطباء مساجد کی ٹریننگ کے لئے ایک مستقل ٹریننگ سینٹر قائم کیا جائے جس میں علوم عصریہ اور جدید فلسفہ و سائنس پر لیکچر دیئے جائیں تاکہ ان کو سائنسی دنیا سے بھی روشناس کرایا جائے۔ اس فیصلے کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں اور یہاں کے علماء سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ ملک اور قوم کی بہتری کو ملحوظ فرما کر اپنے فروعی اختلاف اور غیر ضروری عقائد میں تشدد اور تصلب کو چھوڑ کر تبشیر اور دوسری مخالف تنظیموں کا ان ہی کے نہج پر دفاعی انتظام کریں۔ اب دیوبند اور بریلی دونوں انڈیا میں رہ گئے اور ایسے جھگڑوں کا یہ دور بھی نہیں رہا۔ ہمارے نوجوان علماء بڑی صلاحیت کے مالک ہیں۔ صرف ان کو موجودہ ماحول اور سائنسی دور کے مطابق تیار کرکے کام لیا جائے۔

---

اسلام میں دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا مسئلہ تو ہم پڑھتے آئے ہیں لیکن ایک مسلم ملک سے دوسرے مسلم ملک کی طرف ہجرت پر زور دینا اور اس کے لئے شور مچانا کم سے کم اسلام پسندوں کو زیب نہیں دیتا۔ ہم مانتے ہیں کہ مسلم بنگال یا بنگلہ دیش عظیم پاکستان کا ایک حصہ تھا جو بعض جنرلوں کی غلط پالیسی اور اور اسلام کے نام پر استحصال کی وجہ سے ہم سے جدا ہوگیا بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے لیکن اتنے بڑے سانحہ کے بعد بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں اور ان لاکھوں مسلمان بہاریوں کو صرف سندھ میں بسانے کی تحریک چلائی جارہی ہے۔ یہ اتنا خطرناک اور ملک دشمن اقدام ہے کہ اس کے بنگلہ دیش جیسے مہلک نتائج نکلیں گے بنگلہ دیش میں بفضلہ تعالیٰ کثیر آبادی مسلمانوں کی ہے اور وہ عقائد اور اعمال کے لحاظ سے ہم سے اچھے مسلمان ہیں۔ وہاں ختم نبوت کے خلاف کوئی سازش موجود نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ہم کب تک حقائق سے چشم پوشی کریں گے اور کروڑوں مسلمانوں کو ہم اپنا ہمیشہ کے لئے دشمن بنائے رہیں گے اس میں تو بھارت کا ہی فائدہ ہوگا اور اس وقت سندھ کے نوجوانوں میں اس مسئلہ کی وجہ سے جو بے چینی پائی جاتی ہے اس میں اضافہ ہوگا اور ان کو مذہب اور ملک کے خلاف ابھارنے کے مترادف ہوگا۔

---

تصنیف:۔ سرسید احمد خاں

ترتیب و حواشی:۔ ابو سلمان شاہجہانپوری

# تذکرہ خانوادۂ ولی اللّٰہی

## جناب حضرت شیخ الشیوخ مولانا شاہ غلام علی قدس سرہٗ

میرا کیا مقدور کہ کمالاتِ ظاہری اور اور مقاماتِ باطنی کا حال لکھ سکوں۔ کیونکہ حالات آپ کے اس سے سوا ہیں جو بیان ہو سکیں اور مقامات اس سے بہت ہیں جو لکھنے میں آویں۔

---

حواشی

### مولانا شاہ غلام علیؒ

اصل نام شاہ عبداللہ تھا لیکن شاہ غلام علی کے نام سے مشہور ہوئے۔ والد کا نام عبداللطیف تھا۔ سرسید نے ان کی تاریخ پیدائش ۱۱۵۶ھ لکھی ہے۔ شاہ عبدالغنی نے مقاماتِ مظہری کے ضمیمے میں "مظہر جود" ان کی تاریخ ولادت کا مادہ تاریخ لکھا ہے جس سے ۱۱۵۵ھ نکلتا ہے۔ اور ایک اور مادہ تاریخ کے مطابق ۱۱۵۶ھ تاریخِ ولادت ہے۔ مولد ومنشاء طفولیت پٹیالہ لکھا ہے۔

سرسید کے خاندان کو حضرت شاہ صاحب سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کے والد صاحب شاہ صاحب سے بیعت تھے۔ سرسید کو ان سے جو عقیدت تھی وہ اس تذکرے سے ظاہر ہے۔ انھوں نے دوسری جگہ اپنے حالات میں بھی ان کا ذکر بڑی عقیدت سے کیا ہے۔ سرسید کا نام احمد اور ان کے بڑے بھائی کا نام محمد انھیں نے

سُبحان اللہ ! علم اور عمل اور فضل وکمال اور تجرید اور تجرد اور حلم اور کرم اور سخاوت اتم اور ایثار وانکسار آپ کی ذات پر ختم ہے۔ جو کچھ آیا اور جس قدر ہوا سب نام اللہ صرف کیا اور کبھی کل کا غم نہ کیا۔ دن رات اللہ اور اللہ کے رسول کے ذکر میں بسر کی اور دنیا ومافیہا کی خبر نہ رکھی۔ میں آپ کے کس کس کمال کا ذکر کروں۔ علم ایسا تھا کہ کاہے کو ہوتا ہے۔ زہد اور مجاہدہ ایسا کہ بیان اس کا نہیں ہو سکتا۔ تقویٰ اور ورع اس درجہ پر کہ سوا اس سے ممکن نہیں اور پھر اس پر عجز ویسا ہی، انکسار ویسا ہی۔ اتباع سنت اس درجہ پر کہ اچھے اچھے لوگ وہاں قدم نہ رکھ سکیں۔ آپ کی صحبت سے اس قدر فیض حاصل ہوتا کہ بیٹھ کر اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔ وطن اصلی آپ کا موضع دتالہ ہے جو پنجاب کے ملک میں انبرسر (امرتسر) کے پاس واقع ہے اور آپ سادات علوی سے ہیں۔ والد ماجد آپ کے بھی بڑے زاہد اور عابد تھے۔ اور جنگلوں میں جاکر ذکرِ خیر کیا کرتے تھے اور مہینوں بناس پتی پر قناعت فرماتے تھے۔

---

رکھا تھا۔ سرسید کی رسم بسم اللہ بھی شاہ صاحبؒ نے ادا کی تھی۔ اس شرف کا تذکرہ سرسید بہت فخر کے ساتھ کرتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے جو خاص اسی موقع کے لئے انھوں نے کہا تھا ؎

بہ مکتب رفتم وآموختم اسرارِ یزدانی
زفیض نقشبندِ وقت وجانِ جانِ جانانی

بہ روایتِ حالیؔ، سرسید کے دادا ان کے والد کی شادی ہونے سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ سرسید اور ان کے بہن بھائی شاہ صاحب ہی کو دادا حضرت کہا کرتے تھے۔ سرسید کے بقول شاہ صاحب کو بھی ان سے ایسی ہی محبت تھی جیسی حقیقی دادا کو اپنے پوتوں سے ہوتی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے تاہل اختیار نہیں کیا تھا۔ اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ گو خدا تعالیٰ نے مجھے اولاد کے جھگڑوں سے آزاد رکھا ہے لیکن متقی کی اولاد کی محبت ایسی دے دی ہے کہ اس کے بچوں کی تکلیف یا بیماری مجھ کو بے چین کر دیتی ہے۔

سرسیدؔ کا تعلق شاہ غلام علی کے سلسلے سے تھا جو خانقاہ کے نام سے معروف تھا۔ لیکن انگریزی ملازمت کے معاملے میں سرسیدؔ نے ان کے مسلک کو قبول نہیں کیا تھا اور ان کے فتوے کے سرسیدؔ نے انگریزی ملازمت

آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ایک دفعہ آپ والد ماجد نے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تمہارے ہاں عنقریب لڑکا پیدا ہونے والا ہے، اس کو میرے ہم نام کرنا۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ نے کسی بزرگ کو دیکھا کہ انھوں نے آپ کا نام عبدالقادر رکھا۔ اور آپ کے عمّ بزرگوار نے جناب رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اشارت سراپا بشارت سے عبداللہ آپ کا نام رکھا اور اسی سبب سے آپ کا اصلی عبداللہ اور عرف غلام علی تھا۔

۱۱۵۶ھ میں آپ نے اس عالم میں قدوم فیض توام رکھا اور اپنے جمالِ جہاں آراء سے عالم کو منور کیا۔ بعضے شعراء نے آپ کی ولادت باسعادت کی تاریخیں بھی منظوم کیں۔ جس میں سے ایک یہ بھی ہے ؎

چو نجم چرخ ہُدیٰ حضرت غلام علی
شدہ ظہور فگن درجہاں، جہاں بشگفت

من ولادِ شریفش چو جست ، رافت دل
مہ سپہر ہدایات شدہ طلوع بگفت

---

اختیار کرلی۔ ملازمت کے بعد جب سرسید نذر لے کر خانقاہ پہنچے تو ان کی نذر قبول کرنے سے انکار کردیا گیا۔ ان کے نزدیک انگریزوں کی ملازمت سے کمائی ہوئی روزی مشتبہ تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس لحاظ سے وہ شاہ غلام علی اور خانقاہ والوں کو دوسرے سلسلے کے بزرگوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں :

"دہلی میں جب انگریزی حکومت قائم ہوئی تو علمائے ثقات کا عام مسلک یہ رہا کہ انگریزی ملازمت سے اجتناب کیا جائے۔ شاہ صاحب (عبدالعزیزؒ) کا بھی ابتداء میں یہی مسلک تھا۔ جب کمپنی نے کلکتہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم کیا اور اس کے لئے کھنؤ لکھا تو لکھنؤ سے ایک استفتاء شاہ صاحبؒ کے نام گیا تھا۔ شاہ صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر اس سے احتراز واجب ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگرچہ بظاہر خیال ہوتا ہے قیام عدل وشرع کے کاموں کے لئے ملازمت ہو تو اس میں کیا حرج ہے؟ لیکن دقت نظر سے کام لیا جائے تو اس کے جواز پر بھی قلب مطمئن نہیں ہوسکتا۔ یہ قیام شرع وعدل نئے محکمے جو قائم کئے جا رہے ہیں اور ان کے لئے متدین مسلمان ڈھونڈے

غرض کہ آپ نے سولہ برس کی عُمر تک تو اسی نواح میں بسر کی۔ ۱۱۴۳ھ میں آپ کے والد ماجد نے اس ارادہ سے دہلی میں بلوایا کہ اپنے پیر شاہ ناصر الدین قادری سے جن کا مزار نئی عید گاہ کے پیچھے ہے، بیعت کرادی جائے۔ آپ کے پہنچنے سے پہلے شاہ ناصر الدین صاحب نے انتقال کیا اور جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ کو اور ہی کچھ پردۂ غیب سے ظاہر کرنا تھا۔ یہ بات نقاب خفا و حیز التوا میں رہی۔ تب آپ کے والد ماجد نے اجازت و اختیار دیا کہ جس سے چاہو بیعت کرو۔

۱۱۵۰ھ میں بائیس برس کی عمر میں آپ نے جناب مرزا جان جاناں علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اور یہ شعر پڑھا ؎

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم  سرزمینے بود منظور آسمانے یافتم

بعد بیعت کے سالہا سال آپ نے پیر و مرشد اپنے کی خدمت میں اوقات بسر کی اور وہ زہد و مجاہدہ اور ریاضت کی کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ دن بدن عروج کمال اور مشاہدۂ شاہد بے زوال اور مکاشفہ اور ترقیات فائقہ ہوئی، یہاں تک کہ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور صاحب ارشاد ہوئے اور تلقین و ارشاد کا سلسلہ روبرو اپنے پیر و مرشد کے جاری فرمایا۔ اگرچہ آپ نے بیعت سلسلۂ قادریہ میں کی تھی لیکن ذکر و اذکار و شغل و اشغال طریقۂ علیۂ نقشبندیہ مجددیہ میں جاری کیا اور ہر طریقہ کی اجازت حاصل کی اور اپنے پیر و مرشد کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور حقیقت میں میرے اعتقاد کے بموجب اپنے پیر پر بھی فوق لے گئے۔

سبحان اللہ! کیا آزادی تھی کہ مطلق دنیا کا لگاؤ نہ تھا۔ اللہ اللہ کیا اطاعتِ سنت تھی کہ

---

جانتے ہیں تو اس سے مقصود یہی ہے کہ انگریزوں کے کاروبار کو فروغ ہو اور ان کی حکومت و شوکت استواری پائے۔ پس جو مسلمان ان مناصب کو قبول کریں گے یقیناً ان کی حکومت کی تقویت و استواری کا ذریعہ بنیں گے۔ اور اس پر کسی مسلمان کو بشرطیکہ رسالت اور اس کے رسول پر ایمان صادق رکھتا ہو، رضامند نہیں ہونا چاہئے۔"

لیکن جب انگریزی حکومت پر کچھ عرصہ گزر چکا تو انگریزوں کی کوششیں جو وہ شمالی ہند میں مسلمانوں

سر مو بھی فرق نہ تھا۔ توکل اس درجہ پر تھا کہ کبھی کسی طرح کا خیال دل میں نہ آتا۔ اُمراء اور بادشاہ آرزو رکھتے تھے کہ ہم خانقاہ کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کریں، ہرگز آپ منظور نہ فرماتے۔

ایک دفعہ نواب امیرالدولہ امیر محمد خاں والیٔ ٹونک نے بہت التجا سے درخواستِ تقرر وظیفہ کی۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ شعر لکھ بھیجا ؎

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم      با امیر خاں بگوئے کہ روزی مقرر است

آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہاں میں فیض پھیلا اور ملکوں ملکوں کے لوگوں نے آن کے بیعت اختیار کی۔ میں نے حضرتؒ کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم اور شام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدماتِ خانقاہ کو سعادتِ ابدی سمجھے۔ اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر ہی نہیں کہ ٹڈی دَل کی طرح اُمڈتے تھے۔ سچ ہے ؎

چو کعبہ قبلۂ حاجت شد از دیار بعید      روند خلق بدیدارش از بسی فرسنگ

حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا۔ اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا۔ اور باوجودے کہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہ تھا، اللہ تعالیٰ غیب الغیب سے سب کام چلاتا تھا۔ اس پر فیاضی اور سخاوت اس قدر تھی کہ کبھی سائل کو محروم نہیں پھیرا، جو اُس نے مانگا وہی دیا۔ جو چیز عمدہ اور تحفہ آپ کے پاس آتی اس کو بیچ کر فقراء پر صرف کرتے۔ اور جیسا گزی گاڑھا موٹا تمام فقیروں کو میسر ہوتا ویسا ہی آپ بھی پہنتے۔ اور جو کھانا سب کو میسر ہوتا وہی آپ کھاتے۔

---

کی تالیفِ قلب کے لئے برابر کئے جا رہے تھے، بہت کچھ کامیاب ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ وہ وقت آگیا، خود شاہ صاحبؒ (عبدالعزیز) طیار ہو گئے کہ اپنے داماد مولوی عبدالحی کو میرٹھ کے مفتیٔ عدالت ہونے کی اجازت دے دیں اور مدرسۂ عزیزی کی طرف سے ان کا نام پیش کریں۔ اس وقت شاہ غلام علی خانقاہ والے زندہ تھے، انھوں نے جوں ہی یہ بات سنی نہایت درجہ کبیدہ خاطر ہوئے اور شاہ صاحبؒ کے نام خط لکھ کر اظہارِ تعجب کیا۔ شاہ صاحبؒ نے اس کے جواب میں ایک